ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.2 2024

جون ایلیا کا سیاسی و سماجی شعور

عفیفہ ارشاد

(پی ایچ ڈی سکالر۔جی سی یونیورسٹی،لاہور)

*Jaun Elia, a distinctive figure in Urdu poetry, possessed a multifaceted personality. Hailing from Amroha and later settling in Karachi, he often reflected on this journey in his verses. His poetry showcased a meticulous understanding of all modern schools of thought, which is why it seamlessly blended romanticism with a profound socio-political consciousness. Through his work, he rebelled against societal issues, particularly the censorship that hindered creative expression among poets.**Keywords: multifaceted, meticulous, romanticism, soicio-political, Rebellion.*

/اردو شاعری کا دامن گلہائے رنگا رنگ سے مزین ہے۔ انہی پھولوں میں ایک گلِ خوش رنگ کا نام ہے جون ایلیا۔اردو شاعری کا یہ منفرد شاعر جو امروہہ سے کراچی پہنچا،نہ صرف شاعر بلکہ باکمال نثار،اعلیٰ سوانح نگار،بے مثل مترجم،ماہر لسانیات،فلسفہ اور منطق میں یکتا،اسلامی صوفی روایات اور واقعہ کربلا کا انسائیکلوپیڈیا،عربی،فارسی،انگریزی،سنسکرت اور عبرانی کا عالم تھا۔جون کثیر الجہت شخصیت کے مالک تھے اور ہر جہت لائق صد ستایش تھی۔ان کی شاعری ان کی شخصیت کی طرح قوس قزح کے رنگوں پر مشتمل ہے جس کا ہر رنگ نیارا ہے۔وہ سیدھی سادی خط مستقیم جیسی شخصیت نہیں ہیں۔ان کی شخصیت کے بہت سے اجزاء باہم متحارب بھی ہیں اور ہم آہنگ بھی۔

جون ایلیا 1957 میں امروہہ چھوڑ کر کراچی آئے۔کراچی کے علمی و ادبی حلقوں نے ان کا شاندار خیر مقدم کیا مگر جون ایک طویل عرصہ تک امروہہ اور اس سے وابستہ ہر شے کو یاد کرتے اور افسردہ ہوتے رہے۔وہاں کا موسم اور ندی نالے ان کی شاعری میں نہ در آئے۔لکھتے ہیں:

اس سمندر پہ تشنہ کام ہوں میں
بان تم اب بھی بہہ رہی ہو کیا۔

ہندوستان کی یاد انہیں ستاتی تھی۔وہاں کے موسم،لوگ،تہوار،ہوائیں اور زمین و آسمان انہیں مختلف محسوس ہوتے تھے۔یہ ناسٹلجیا ان کے اشعار سے چھلکتا ہے۔

ہم آندھیوں کے بن میں کسی کارواں کے تھے
جانے کہاں سے آئے ہیں جانے کہاں کے تھے
کیا پوچھتے ہو نام و نشاں مسافراں
ہندوستاں سے آئے ہیں ہندوستاں کے تھے

ایک طرف تو ان کی شاعری میں جدائی کا دکھ امڈ اپڑتا ہے تو دوسری طرف وہ محبت کو زندگی کا حاصل سمجھتے ہیں۔کبھی عالمی مسائل ان کی توجہ اپنی جانب مبذول کرواتے ہیں تو کہیں زخمی سماج ان کی روح کو جھنجوڑتا ہے۔''شاید''سے شروع ہونے والا شعری سفر''یعنی''سے ہوتا ہوا''گویا''، ''گمان'' اور''لیکن''پر ختم ہوا۔شاعری میں جو منفرد انداز جون ایلیا کا تھا وہ کسی اور کو نصیب نہ ہوا۔ان کا شعری مجموعہ''شاید''ان کی زندگی میں شائع ہوا اور باقی مجموعے ان کی وفات کے بعد ان کے دوستوں نے شائع کروائے۔خالد احمد انصاری نے ان کا مجموعہ کلام''گمان''مرتب کیا ہے۔اس کے دیباچے میں وہ لکھتے ہیں:

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.2 2024

میری خواہش تھی کہ جون ایلیا کے کلام کی ''جونیت'' اپنی بھرپور توانائی کے ساتھ منظر عام پر آئے۔
وہ ''جونیت'' جوان کو تمام شعرا سے بہت ہی الگ اور منفرد مقام پر آراستہ کر چکی ہے۔(1)

جس زمانے میں جون کی نسل کے دوسرے شعرا عالمی تحاریک؛ ترقی پسندیت، جدیدیت اور وجودیت کے زیر اثر ذات و کائنات کے مسائل میں الجھے ہوئے تھے اس زمانے میں جون ایلیا نے ایک منفرد راستہ چنا اور رومانوی مضامین کو اپنی غزل کا موضوع بنایا۔ یہ روایتی شاعری نہیں تھی۔ جون ایلیا ایک باغی روح تھے اور یہی بغاوت ان کی رومانوی شاعری کی جان ہے۔ جون ایلیا کا نام، ان کا حلیہ اور طرزِ زندگی سب ہی کچھ بغاوت اور انفرادیت کی اعلیٰ مثال تھا۔ اپنے پہلے مجموعہ ''شاید'' کے دیباچہ بعنوان نیاز مندانہ میں لکھتے ہیں:

''میں اپنے مزاج میں شروع ہی سے ایک نفی پسند تھا۔Nichilist اور فوضوی Anarchist" میں کسی بھی ضابطے اور قاعدے کو تسلیم نہیں کرتا تھا'' (2)

یہی وجہ ہے کہ ان کی غزل کا لہجہ روایتی شاعر کا مفعولی شکست خوردہ لہجہ نہیں بلکہ دوبدو بات کرنے کا حریفانہ انداز ہے۔ ان کی محبوبہ بھی منفرد ہے اور محبت بھی الگ۔ یہ محبت خیالی، تخیلاتی اور افلاطونی نہیں بلکہ زمینی محسوس ہوتی ہے۔ اس میں روایت کی پاسداری نہیں ایک نیا طرزِ احساس ہے، حقیقت کی کارفرمائی ہے۔ ان کی محبوبہ حسرت موہانی کی محبوبہ کی طرح متحرک نظر آتی ہے۔ عام زندگی کی خوشگوار جھنجلاہٹ اور نوک جھونک ان کی شاعری کا خاصہ ہے۔

شرم، دہشت، جھجھک، پریشانی
ناز سے کام کیوں نہیں لیتیں
آپ، وہ، جی، مگر یہ سب کیا ہے
تم میرا نام کیوں نہیں لیتیں

ان کی محبت اور ان کا اظہار محبت بالکل الگ ہیں۔ محبت اور محبوب کی نفسیات سے وہ خوب واقف ہیں، مگر ایک مثالیہ کی تلاش میں ہیں۔ یہی مثالیہ انہیں محبت کے ساتھ ساتھ سماج میں بھی درکار ہے۔ جون ایلیا تمام عمر اس مثالیے کو تلاش کرتے رہے اور اس کے حصول میں ناکام رہے۔

ہم نے تیری امید گاہوں میں
کی ہے اپنے مثالیوں کی تلاش

پرچھائیوں پہ رنگ گراتا رہا ہوں میں
اپنا مثالیہ مجھے اب تک نہ مل سکا

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.2 2024

جون ایلیا کا عمومی تاثر ایک باغی رومانوی شاعر کا ہے مگر ان کے کلام کے عمیق مطالعے سے یہ حقیقت کھلتی ہے کہ وہ فرد اور معاشرے کے الجھاؤ، ٹوٹتی اقدار، طبقاتی کشمکش، سیاسی اتار چڑھاؤ اور معاشرے کے اخلاقی تنزل پر گہری نظر رکھتے تھے اور اس زوال پر رنجیدہ تھے۔ جون ایلیا کا سیاسی و سماجی شعور وقت کے ساتھ ساتھ پختہ ہوتا گیا اور ان کی شاعری میں عصری حسیت بڑھتی گئی۔ انھوں نے مشاہدہ کیا کہ تقسیم برصغیر کے بعد دونوں ممالک کو تقریباً ایک جیسے مسائل کا سامنا ہے۔ دونوں ممالک کے نہ صرف سیاسی و سماجی مسائل یکساں تھے بلکہ دونوں ممالک میں جس طرح مذہب کی بنیاد پر اختلافات نے سر اٹھایا وہ بھی قابل مذمت تھا۔ جون کا حساس دل اس پر تڑپ اٹھا۔ لکھتے ہیں:

دھرم کی بانسری سے راگ نکلے
وہ سوراخوں سے کالے ناگ نکلے
وہ گنگا جل ہو یا آب زم زم
یہ وہ پانی ہیں جن سے آگ نکلے

گزرتے وقت کے ساتھ جون کو رفتہ رفتہ اس ملک سے محبت ہو گئی۔ یہاں کا موسم اور لوگ انہیں اپنے لگنے لگے۔ عوام الناس کے سکھ اور دکھ انھیں اپنے محسوس ہونے لگے۔ اس دھرتی کے ذرے ذرے سے انہیں انس ہو گیا۔ یہ محبت یہاں تک بڑھی کہ 1965 کی جنگ میں انھوں نے پاک بحریہ کے لیے ترانہ بھی لکھا۔

فرمانروائے بحر عرب پاک بحریہ
بھارت میں تیرا نام ہے بے باک بحریہ

محب وطن ہونے کی حیثیت سے وطن کے بگڑتے ہوئے سیاسی و سماجی حالات، مارشل لاء، حکم زباں بندی اور آمرانہ انداز نے ان کے دل و دماغ کو بہت متاثر کیا۔ بغاوت تو ان کے خمیر میں تھی ہی وہ پوری شدت سے چلائے اور وقت کے ہر ظالم اور آمر کو للکارنے لگے۔ جس بہار کی انہیں آرزو تھی، جس مثالی وطن کی انہیں تلاش تھی وہ انہیں کہیں نظر نہ آیا، چند موقع پرستوں، کچھ لٹیروں اور بہت سے ابن الوقتوں کو اقتدار کے لیے برسرِ پیکار دیکھ کر وہ کہہ اٹھے:

ہو صرف چشمکِ انجم نصیب خوش نظری
یونہی تو کی تھی شعاؤں کی جستجو ہم نے
ہو صرف باغیچہ قصرِ اہل زر شاداب
اسی غرض سے بہایا تھا کیا لہو ہم نے
نگاہ میں کوئی صورت بجز غبار نہیں
یہ وہ بہار نہیں، یہ وہ بہار نہیں

حساس دل و دماغ جب اپنے آپ سے لڑتے ہیں اور اگر دنیا سے جنگ کریں تو شعلہ بیانی تخلیق ہوتی ہے۔ جون ایلیا کی شاعری میں یہ دونوں پیرائیہ اظہار نظر آتے ہیں۔ جون کی غزل میں کہیں نازک جمالیات ہیں اور کہیں درشتی اور کھردرا پن۔ اس کا سبب بھی یہی ہے کہ ایک دنیا وہ ہے جو ان کے ذہن میں آباد ہے۔ وہ دنیا جو

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.2 2024

ابھی ناآفریدہ مگر رجائی ہے۔اور دوسری دنیاوہ جس میں وہ زندہ ہیں جو ظالم اور سفاک ہے۔حالات کا جبر، معاشرت وسیاست میں پائی جانے والی ناانصافی، استحصالی نظام، زیردستوں کے تئیں زبردستوں کے آمرانہ وظالمانہ رویے، انفرادی زندگی پر اجتماعی مسائل کے اثرات، بڑھتی ہوئی زباں بندی، قلم فروشی، ضمیر فروشی اور لولی لنگڑی جمہوریت نے انھیں بغاوت کی ایک نئی نہج پر ڈال دیا۔اس حوالے سے لکھی گئی نظمیں خاص طور اپنے عہد کی سماجی دستاویز کی حیثیت رکھتی ہیں۔

ہر طنز کیا جائے، ہر طعنہ دیا جائے
کچھ بھی ہو اب حدِ ادب میں نہ رہا جائے
تاریخ نے قوموں کو دیا ہے یہی پیغام
حق مانگنا توہین ہے حق چھین لیا جائے

جون ایلیا کے مجموعہ ''شاید'' میں شامل نظمیں، ''آسائشِ امروز''، ''خواب'' ، ''مفروضہ'' ، ''وقت'' ، ''تعظیم محبت'' ، ''عہد زنداں'' ، ''حسن اتنی بڑی دلیل نہیں'' بہت اہم ہیں۔یہ نظمیں بادی النظر میں رومانوی محسوس ہوتی ہیں مگر ان کا عمیق مطالعہ ہمیں ان کے باطن میں چھپی تعقل پسندی، خود سوزی اور فرد و معاشرہ کے حوالے سے محسوس کیے گئے گہرے دکھ سے روشناس کرواتا ہے۔ان کی ایک نظم ''دو آوازیں'' اس معاشرے، سیاست اور معاشی نظام پر ایک گہری چوٹ ہے اور اس کرب کی آئینہ دار ہے جس سے شاعر ہر پل گزرتا ہے۔یہ نظم کراچی میں مزدوروں کے جلسوں، طلبا و طالبات کے اجتماعات اور مشاعروں میں بارہا پڑھی گئی۔ڈاکٹر محمد علی صدیقی اس نظم کے بارے میں لکھتے ہیں:

"دو آوازیں'' دو معروف تاریخی قوتوں کی نمایندہ آوازوں پر مشتمل ہے۔ایک تاریخ کی منطقی طور پر درست جدلیاتی حرکت کی آواز ہے اور دوسری ڈوبتی ہوئی آواز جو اپنی شکست کو آسانی سے قبول کرنے کے لیے تیار نہیں ہے۔(3)

اس طویل نظم کے چند اشعار ملاحظہ کیجیے۔

" دو آوزیں"

پہلی آواز:

ہمارے سرکار کہہ رہے تھے یہ لوگ پاگل نہیں تو کیا ہیں
کہ فرقِ افلاس وزر مٹا کے نظامِ فطرت سے لڑ رہے ہیں
ہمارے سرکار کہہ رہے تھے اگر سبھی مالدار ہوتے
تو پھر ذلیل و حقیر پیشے ہر ایک کو ناگوار ہوتے

اگر سبھی مالدار ہوتے

تو مسجد و مندر و کلیسا میں کون صنعت گری دکھاتا
ہمارے راجوں کی اور شاہوں کی عظمتیں کون پھر جگاتا
حسین تاج اور جلیل اہرام ڈھال کر کون داد پاتا
ہماری تاریخ کو فروغِ ہنر سے پھر کون جگمگاتا

دوسری آواز

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.2 2024

تم اپنے سرکار سے یہ کہنا یہ لوگ پاگل نہیں ہوئے ہیں
یہ لوگ سب کچھ سمجھ رہے ہیں یہ لوگ سب کچھ سمجھ چکے ہیں
یہ زرد رو نوجوان فنکار جن کی رگ رگ میں ولولے ہیں
یہ ناتواں و نحیف و ناچار جن کے قدموں پہ زلزلے ہیں
یہ جن کو تم نے کچل دیا ہے یہ جن میں جینے کے حوصلے ہیں
دیا ہے فاقوں نے جنم جن کو جو بھوک کی گود میں پلے ہیں
یہ لوگ پاگل نہیں ہوئے ہیں

نظام فطرت

تم اپنے سرکار سے یہ کہنا نظام زر کے وظیفہ خوارو
نظام کہنہ کی ہڈیوں کے مجاور و اور فروش کارو
تمھاری خواہش کے بر خلاف ایک نیا تمدن طلوع ہو گا
نیا فسانہ نیا ترانہ نیا زمانہ طلوع ہو گا

یہ نظم ان کے ترقی پسندانہ خیالات کے اظہار کے ساتھ سماج کی دگرگوں حالت کی بھی عمدہ عکاس ہے۔ سرمایہ دارانہ نظام نے جس طرح عام آدمی کی زندگی کو بیگار میں بدل ڈالا تھا اس کی واضح تصویر اس نظم میں نظر آتی ہے۔ اس نظم میں آجروں، مالکوں اور حکام کی وہ تمام دلیلیں بیان کی گئی ہیں جو وہ اپنے نظام زر کو قائم رکھنے کے لیے دیتے ہیں۔ بالادست یہ سمجھتے ہیں اور عوام کو یہ باور کراتے ہیں کہ افلاس و زر کا یہ فرق نظام فطرت ہے۔ اگر سب مالدار ہو جائیں گے تو پھر گھٹیا نوعیت کے فیصلے کون کرے گا۔ انھی دلائل سے جون کو چڑ ہے۔ ان کا سوال ہے کہ اگر عوام یہ تمام کام کرتی ہے تو پھر اس کی حالت کیوں نہیں بدلتی، آجر امیر اور اجیر غریب کیوں ہے؟ کارخانے کا ملک خوشحال اور مزدور مفلوک الحال کیونکر ہے؟ نظم کے دوسرے حصے میں جون یہ اعلان کرتے ہیں کہ نظام فطرت تو مساوات پر مبنی ہے۔ سورج، ہوا اور پانی سب کے لیے ہے۔ وسائل قدرت میں کوئی طبقاتی فرق نہیں ہے اور یہ معاشرتی اور معاشی نظام چند خاص ذہنوں کی پیداوار ہے اور اس نظام کو جلد شکست ہو گی۔ کیونکہ اب مفلوک الحال عوام بیدار ہو رہی ہے۔

1965 کی جنگ کے بعد جون نے بہت سی نظمیں اسی سیاسی و سماجی سیاق و سباق میں لکھیں۔ ''فروغ جوہر پنہاں''، ''نگارِ فن''، ''اے وطن پر تو تنویر سحر''، ''سخن وروں کا سلام''، ''شہید جیت گئے''، ''استفسار (سقوط مشرقی پاکستان پر)'' جیسی نظمیں ان کی بالغ نظری اور واضح سیاسی و سماجی شعور کا اظہار ہیں۔ انہوں نے کراچی کے حالات اور خصوصاً حکیم محمد سعید کے قتل پر ایک رثائی نظم (مرگِ ناگہاں/ماتمِ مسیحائی) بھی لکھی۔ یہ تمام نظمیں ان کے مجموعہ کلام ''گویا'' میں شامل ہیں۔ یہ نظمیں اپنے عہد کی سماجی دستاویز کی حیثیت رکھتی ہیں۔

سیاسی و سماجی طور پر آنے والی تبدیلیوں نے اہل حرف کو جس طرح متاثر کیا اور شعرا و مصنفین نے جس طرح اپنے دل، ضمیر، زبان اور قلم کو گروی رکھا وہ ان کے لیے ناقابل برداشت تھا۔ عزت و تکریم کے بدلتے معیار اور نام نہاد مذہبی علما کا رویہ ان کی ذہنی اذیت میں اضافہ کرتا تھا۔ اپنی نظم ''شہر آشوب'' میں لکھتے ہیں:

غرورِ جبہ و دستار کا زمانہ ہے
نشاطِ فکر و بساطِ ہنر ہوئی برباد
فقیہہ و مفتی و واعظ پہ حرف گیر ہو کون

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.2 2024

یہ ہیں ملائکہ اور شہر جنتِ شداد

جون کی خواہش تھی کہ ان کا ملک پھلے پھولے۔ یہاں کے معاشرے میں امن ہو۔ عام انسان خوشحال ہو۔ معاشی اور تعلیمی نظام بہتر ہو۔ غربت کا خاتمہ ہو جائے اور ایک عام شخص کو روٹی کپڑا اور مکان نصیب ہو مگر انہیں معاشرے میں یہ سب کچھ ہوتا نظر نہ آیا۔ اپنی تلخی کا اظہار انھوں نے نظم ''اب ہمیں انقلاب چاہیے'' میں کیا۔

سو میں نوّے میاں جو بستے ہیں
ایک نوالے کو وہ ترستے ہیں
ہیں جو لڑکے کتاب کو تکتے
کبھی اسکول جا نہیں سکتے
ہیں سوال اور جواب چاہیے ہے
اب ہمیں انقلاب چاہیے ہے

بے شک یہ بغاوت ان کے خون میں تھی۔ ان کے بھائی رئیس امروہی بھی آمریت، ظلم، زباں بندی، حکمرانوں کے جبر و قہر، معاشرے کی جھوٹی اقدار اور بڑھتی ہوئی مذہبی منافرت کے سخت خلاف تھے۔ دونوں بھائیوں کی شاعری نے اپنے عہد کے مظلوموں کا بھرپور ساتھ دیا اور ان جابرانہ قوتوں کو مشکل میں ڈالے رکھا جو فرعونیت کی علمبردار تھیں۔ جون لکھتے ہیں:

جو تھے دشمن تیری امنگوں کے
کب انہیں بے گرفت چھوڑا ہے
ہم نے اپنے درشت لہجے سے
آمروں کا غرور توڑا ہے

مارشل لاء کے خاتمے کے بعد نام نہاد جمہوریت نے عوام الناس سے جینے کی رہی سہی امید بھی چھین لی۔ عوام کی زندگی حشرات الارض سے بھی کم تر سطح پر آگئی، باضمیر لوگوں کا جینا دوبھر ہو گیا۔ ایک ایسی نسل تیار کی گئی جو محض جسم رکھتی تھی، جو حاکم وقت کو خدا سمجھتی تھی، جسے محض وعدوں اور تقریروں پر بہلایا گیا۔ وہ نسل جو سیاست کی آگ میں خس و خاشاک کی طرح جھونک دی گئی۔ اس ماحول کی تلخی نے جون کو یہ کہنے پر مجبور کر دیا:

یہ جہاں جون! اک جہنم ہے
یاں خدا بھی نہیں ہے آنے کا

جون ایلیا نے جہاں ایک تڑپتے سسکتے معاشرے کا نوحہ لکھا ہے، بلکتی انسانیت کی تصویر کشی کی ہے، اپنی جھنجھلاہٹ اور معاشرتی بے حسی کی عکاسی کی ہے وہیں انھوں نے آس، امید اور مستقبل کے لیے ایک جوت بھی جگائی ہے جس میں جینے کی امنگ نظر آتی ہے۔ وہ ایک ایسا معاشرہ تخلیق کرنا چاہتے تھے جہاں امن و سکون ہو، ایک ایسے وقت کی آس جہاں دنیا ویسی ہو گی جیسی وہ چاہتے تھے:

ہے تمنا ہم نئے شام و سحر پیدا کریں
اس کو اپنے ساتھ لیں آرائش دنیا کریں
ہم کریں قائم خود اپنا اک دبستانِ نظر

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.2 2024

اور اسرار و رموزِ زندگی افشا کریں

حوالہ جات

۱۔ خالد احمد انصاری، دیباچہ، گمان، جون ایلیا، لاہور، الحمد پبلیکیشنز، اشاعت سوم 2006۔

۲۔ جون ایلیا، شاید، لاہور، الحمد پبلیکیشنز، اشاعت ہفتم 1998

۳۔ محمد علی صدیقی، ڈاکٹر، آشوب آگہی کا شاعر مشمولہ جون ہونا مذاق نہیں، ڈاکٹر نیہا اقبال ، مرتب، لاہور، بک ٹاک، 2022، ص 99

۴۔ جون ایلیا، گویا، نئی دلی، تخلیق کار پبلشرز، 2010

۵۔ جون ایلیا، لیکن، نئی دلی، تخلیق کار پبلشرز، س ن